رائیگاں تو ہے

"آج وہ آرہا ہے" آئینے میں اپنی صورت دیکھتے ہوئے اس نے سہم کر سوچا۔
"کیا پھر آنکھ مچولی چلے گی؟" وہ ہنسی.... "مگر اب آنکھ مچولی کے دن کہاں.... جانے کتنے بچے ہوں گے اس کے.... آہ!".... تب کتنے ہی سفاک لمحے... خاموش سرد مہر لمحے اس کا کلیجہ چھیدتے گزر گئے۔.... چند قطرے رخساروں پر لڑھک آئے۔ اس نے ایک مرتبہ پھر آئینے میں نظر ڈالی.... چہرے پر ہاتھ پھیرتے پھیرتے وہ گردن سے نیچے تک ہاتھ لے آئی جہاں پسینے کے مسکین قطرے اس سے پہلے پہنچ چکے تھے۔
ابھری ابھری ہڈیاں نمایاں ہیں۔ پسینے کے قطرے بھی جانے کتنے نشیب و فراز سہہ کر راستہ چلنے لگے تھے۔ ایک وہ بھی وقت تھا جسم کے اس حصے میں پور دھنس جاتی تھی۔.... قمیض کا گلا چپک کر جسم کا ہی حصہ بن جاتا تھا۔
"سب کچھ ضائع ہو گیا....؟۔ کہ تم نے ضائع کر دیا.... مگر وہ اپنے آپ کو خوش باش ظاہر کرے گی.... اس کی بیوی سے محبت سے ملے گی.... ذرا ملول نہ ہو گی.... پھر وہ.... بال سلجھانے میں مصروف ہو گئی۔"
کان کے قریب سرگوشی ابھری "آپ پر تو دو چوٹیاں بہت بجتی ہیں بالکل چھوٹی سی بچی لگتی ہیں" اور اس نے.... غیر ارادی طور پر بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ مگر چمکتے ہوئے چاندی کے تار مسکرا دیئے تو وہ جھینپ گئی۔

"اب بھلا دو چوٹیوں کی عمر کہاں....؟"

پھر اسے جانے کیا ہوا اس نے برش آئینے پر دے مارا.... "تم نے میری زندگی برباد کردی ہے.... تم نے مجھے ضائع کردیا ہے.... خاک کردیا ہے مجھے.... میں دیکھوں گی تم کس طرح خوش رہو گے ضائع میں تمہاری بیوی کو بتاؤں گی.... اس کے دل میں کسی کی پختہ محبت نہیں' یہ شخص ہرجائی ہے.... کھلاڑی ہے...."

وہ زمین پر بیٹھ کر ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

......*

"ارے دماغ تو صحیح ہے تمہارا....؟" وہ اپنی ماموں زاد پر بھڑک کر بولی۔

"میرا دماغ بالکل صحیح ہے.... تم نے ساتھ دینا ہے تو دو ورنہ وہ تو کہہ رہا ہے ہم کورٹ میرج کرلیں گے...."

"کورٹ میرج.... اس کے چھکے چھوٹ گئے۔"

"ر.... رضیہ....! میری بہن.... میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں.... اس میں کسی کا بھی بھلا نہیں.... تمہارا بھی نہیں...."

"بلا سے.... اس کی محبت میں مجھے اپنا آپ مٹانا بھی منظور ہے۔" اور وہ راضیہ کی منہ زوری پر خوفزدہ سی دیکھنے لگی۔

"ما.... ماموں جان تجھے جان سے مار ڈالیں گے...."

"تو.... مار ڈالیں۔"

"دیکھو راضیہ! یہ شریف لڑکیوں کے طریقے نہیں۔"

"تو مت کہو مجھے شریف لڑکی۔"

وہ گنگ سی رہ گئی.... پھر نہایت بے ارمان کر بولی "محض ایک خاکی انسان کی خاطر اپنے آپ کو ذلیل کہلوانا بھی پسند کررہی ہے"

"آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے.... محترمہ جمیلا عباس صاحبہ! زندگی خاکی انسانوں کے ساتھ

ہی گزاری جاتی ہے۔ خاکی انسان ہی باہم مل کر ایک دوسرے کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ غالباً آپ.... پری زاد یا کسی جن بھوت سے نکاح پڑھوائیں گی" اس مرتبہ راضیہ بھی تھوڑی برہم ہوگئی۔

"راضیہ! وہ دو بچوں کا باپ ہے.... اس کی بیوی کا خیال نہیں تو اس کے بچوں پر ہی رحم کرو...." وہ ملتجی لہجے میں بولی۔

"محبت ہی کرنی تھی تو کسی کنوارے سے کرلیتیں.... کمی تو نہیں یہاں۔"

"سجو! محبت کی نہیں جاتی ہوجاتی ہے۔ بائرن کہتا ہے "اپنے پہلے جذبے میں عورت اپنے چاہنے والے کو چاہتی ہے اس کے بعد اسے اس سے محبت ہوجاتی ہے۔" سجو تجھے کیا معلوم! اس نے مجھے کس قدر ٹوٹ کر چاہا ہے اتنی شدتوں سے کہ ایسی شدتیں ہر لڑکی کا مقدر نہیں ہوتیں۔ تو کیا سمجھتی ہے.... میں پکے پھل کی طرح اس کی پہلی نظر میں.... سجو میں نے اسے ہر زاویئے سے ٹٹولا ہے۔ وہ میرا خالہ زاد ہے ظاہر ہے آزادی سے گھر میں آتا جاتا ہے۔ جب اس نے پہلی مرتبہ مجھ پر اپنے جذبے کا خاموش اظہار کیا تھا میں بری طرح بھڑک گئی تھی.... میں نے سخت لعن طعن کیا تھا۔ سجو! میں نے اسے.... اس قدر ذلیل کیا تھا کہ بیوی کی موجودگی میں وہ.... مگر اس پر ذرا اثر نہ ہوا.... وہ ہر موقع پر بالکل خاموش ہورہا.... اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اپنی اس قدر توہین پر میرا منہ نوچ لیتا۔ جب میں نے اسے پہلی مرتبہ بہت برا بھلا کہا.... تب پتا ہے اس نے کہا تھا.... "مجھے بھی یہ اچھا لگتا ہے...." اس کی شدتوں نے مجھے ہرا دیا تھا.... سجو تو نے تو دیکھا ہے ناں.... کتنی شاندار شخصیت ہے.... باطنی طور پر بھی وہ نہایت پاکیزہ ہے"

"پاکیزہ....!" سجو استہزائیہ مسکرائی۔

"پہلے کون سا تم آسمان پر رہتی تھیں۔ اسے شادی سے پہلے ہوش نہیں آیا تھا' آخر کو تمہارا خالہ زاد ہے کوئی دشواری بھی نہیں تھی۔ ارے' یہ مرد بڑے چالباز ہوتے ہیں.... سجو....۔" جب رحمٰن کی شادی ہوئی میں تیرہ سال کی تھی تم لوگ تو اس وقت تک کراچی نہیں آئے تھے۔ اس لئے تجھے معلوم نہیں پورے تین سال سے وہ میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ ان کی بیوی پر بھی سب

عیاں ہے جب ہی تو میں وہاں نہیں جاتی.... اور اب تو یہ معاملہ سب پر کھل چکا ہے وہ بھی نہیں آتے انہوں نے مجھے کئی بار باہر ملنے کو کہا' مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ شادی سے پہلے مرد کے الٹے سیدھے مطالبات مانو.....! اس طرح عورت کا اسرار بھی ختم ہوتا ہے۔ وہ میرے انکار پر ناراض ہوگیا تھا۔ ابھی چند روز ہوئے وہ ایک جنرل اسٹور پر ٹکرا گیا تھا مجھے دیکھ کر اس نے فوراً" ایک چٹ پر لکھا اور میری طرف کھسکا کر باہر نکل گیا.... یہ دیکھ....."

راضیہ نے تکیئے کے نیچے سے ایک پرزہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے اپنا ہم خیال بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔

تب اس نے تحریر کردہ سطور پر نظر دوڑائی

Your Heart is Not Piece Flesh'You Are Callous

(تمہارا دل گوشت کا ٹکڑا نہیں' تم پتھر دل ہو)

"اب تو ہی کہہ یہ دل ٹوٹنے والی باتیں نہیں ہیں....؟ کون سی عورت ہے جو اس کی دیوانگی پر خود پاگل نہ ہوگی.... تجو.... کہہ دے امی سے.... میرا وہی فیصلہ ہے میں صرف رحمٰن کی ہوں....." وہ چٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"راضیہ تو پاگل ہوگئی ہے.... بے کار کی ڈرامے بازی کر رہے ہیں رحمٰن بھائی.... سب کی عزتیں خاک میں مل جائیں گی.... ممانی جان اپنی بہن سے ہمیشہ کے لئے کٹ جائیں گی۔"

"اس نے تو شرافت سے رشتہ مانگا ہے مسئلہ تو گھر والے خود بنا رہے ہیں تو ہم کیا کریں' یہ راستہ تو گھر والے خود دکھا رہے ہیں۔ اولاد کی خوشیوں کی انہیں ذرا پرواہ نہیں بس لوگوں کی فکر ہے۔"

"سب درست کہہ رہے ہیں' واقعی یہ غلط قدم ہے۔ اور مجھے یہ غلطی بہت پسند ہے چلو اٹھو باہر لان میں بیٹھتے ہیں' کچھ تیرے دماغ کی گرمی بھی کم ہوگی....." راضیہ ہمیشہ کی طرح خوش باش تھی اور پورا گھر بکھر رہا تھا۔

وہ کھڑی ہی ہوئی تھی کہ چند لڑکے لڑکیاں شور کرتے اندر آگئے۔

"آنی نے ٹھیک کہا تھا کہ راضیہ اپنے کمرے میں ہوگی۔" ان میں سے ایک لڑکی بولی' پھر سب

نے سجیلہ کی سمت سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ میری سب سے بڑی پھوپھو کی صاحب زادی ہیں۔ ہمارے پھوپھا ریٹائر ہوگئے ہیں اور اب پنڈی سے کراچی آگئے ہیں اور یہیں کاروبار کر رہے ہیں۔ آسیہ باجی آپ کے برابر والا گھر ہماری پھوپھو ہی کا تو ہے۔" راضیہ ایک تسلسل سے بولی۔

سب کافی بے تکلف اور خوش باش تھے۔ راضیہ کے گھر بہت آنا جانا تھا راضیہ نے ان سب کا تعارف کرایا۔

"یہ ہارون بھائی ہیں۔" اس نے مسکراتے لبوں والے پروقار سے مرد کی جانب اشارہ کیا

"ان سے چھوٹی یہ آسیہ باجی ہیں' یہ نازیہ اس سے چھوٹی سعدیہ اور مسخرا مامون ہے۔ ہم لوگ بالکل ایک فیملی کی طرح رہتے ہیں۔"

"ارے بھئی راضیہ! تم نے یہ نہیں پوچھا کہ بیک وقت ہم پانچوں کا نزول کیوں ہوا ہے۔"

"کوئی نئی بات.... یہ نزول تو سارا سال جاری و ساری رہتا ہے آج کی کیا بات....." راضیہ ہنسی

"دراصل آج ہارون بھائی کی چھٹی تھی۔ تو ہم نے سوچا آج ایسے ذرا چکر لگا آئیں.... کون وغیرہ کا بھی پروگرام ہے سوچا تمہیں اور نازیہ کو بھی لے چلیں.... اور اب تو آپ بھی چلیئے لطف رہے گا۔" سعدیہ بات کرتے کرتے اس کی طرف پلٹ کر بولی۔

"شکریہ! آپ لوگ جائیں مجھے چند ضروری کام تمام کرنے ہیں۔"

"اچھا راضیہ! صبح ضرور آنا آپ لوگ بھی آیئے گا....." اس نے اخلاقاً" دعوت دی۔

اس کے وہاں سے جلد اٹھ آنے کی وجہ اس شخص کی نگاہیں بھی تھیں جسے سب ہارون بھائی کہہ رہے تھے۔

اس شخص کو آج سے پہلے بھی اس نے آصف بھائی کے ساتھ شطرنج کی بساط بچھائے ڈرائنگ روم میں بیٹھے دیکھا تھا۔

راضیہ کے ہاں ان کا بہت آنا جانا تھا۔ راضیہ انہیں ایک دو مرتبہ سجیلہ کے ہاں لائی مگر وہ کبھی ان کے گھر نہیں گئی۔ وہ جلد گھلنے ملنے والی طبیعت نہیں رکھتی تھی۔ ایک دم کسی سے بے تکلف

ہو جانا اسے پسند نہیں تھا۔

آج کل وہ راضیہ کے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی۔ کہ خدا معلوم کب اس کے ذہن میں خناس سما جائے۔ ممانی جان راضیہ سے سخت خفا تھیں مگر اس کا احساس بھی چند قریبی لوگوں کو تھا۔ انہوں نے راضیہ سے بات چیت بند کر رکھی تھی۔ اور اس شخص نے الگ ڈسٹرب کر کے رکھ دیا تھا جب اس کی آنکھیں پیغام رسا بنیں تو اس نے وہاں جانا بہت کم کر دیا ان مردوں کو کوئی کام نہیں تاکنے جھانکنے کے سوا۔

راضیہ کی وجہ سے اس کا نزلہ آج کل تمام مردوں پر گر رہا تھا۔ ویسے بھی وہ اپنے بڑوں کی روایات کا احترام کرنے والی مشرقی لڑکی تھی۔ اور یہ شخص تو جیسے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا تھا۔

آصف بھائی کے ایک سالہ بیٹے کی سالگرہ تھی گھر گھر کے تھے۔ بس چھوٹی سی تقریب تھی۔ تالیوں کی گونج میں جگنو نے کیک کاٹا۔ تقریب کے بعد لڑکے لڑکیوں میں بیت بازی کا مقابلہ شروع ہوا وہ او آصف اس میں شامل نہیں تھے۔ وہ تو یہ کہتے ہوئے دور جا بیٹھے۔

"شادی سے پہلے سینکڑوں شعر یاد تھے انہوں نے بھابھی کی طرف دیکھ کر ایک آہ سرد کھینچی 'اب اگر کوئی یاد بھی ہے تو وہ بھی بے وزن' بھابھی ایک خوش مزاج عورت تھیں۔ شوہر کی بات پر مسکرا دیں۔"

"ہارون بھائی....! پہلے آپ شروع کریں۔" نازیہ بولی۔

ہارون نے کشن کہنی کے نیچے رکھا اور کھنکار کر گلا صاف کیا۔

میں حرف حرف حقیقت ورق ورق سچا
مگر یہ شرط ہے مجھے غور سے پڑھو جاناں

نون کا شعر.... چند لمحوں کے لئے سکوت چھا گیا۔

"آ گیا.....۔" ماموں نے اعلان کیا پھر نہایت سنجیدگی سے گویا ہوا

نکالا مجھ کو جنت سے فریب زندگی دے کر
دیا پھر شوق جنت کا یہ حیرانی نہیں جاتی

سب بے ساختہ ہنس پڑے بلاشبہ کا ورد تھا ماموں کے لہجے میں

پھر ایک دم راضیہ بولی "سنیے صاحب....!"

یارب میرے نصیب کا کچھ فیصلہ تو کر
میں یونہی ڈوب جاؤں یا ساحل بھی آئے گا

اس نے راضیہ کی طرف دیکھا تو وہ نگاہ چرا گئی۔

معاً "ہارون کی آواز ابھری "توجہ چاہتا ہوں"

ارے ہارون بھائی! آپ تو اس طرح سنا رہے ہیں جیسے اپنے تخلیق کردہ ہوں...." ماموں نے کہا تو ہارون بولے۔

"سب میری سوچ کے ترجمان ہیں کوئی مجھ سے پہلے کہہ گیا تو کیا کروں...۔" سب ہنس دیئے

الف کا شعر....

'ایک تیری تمنا نے کچھ ایسا نوازا ہے
مانگی ہی نہیں جاتی اب کوئی دعا ہم سے

انہوں نے نہایت گہرے انداز میں اسے دیکھا تو نروس سی ہو گئی' وہ تب اس کی نظر پہلو میں بیٹھی مہکتی راضیہ کے پاؤں پر پڑی۔ اسے یاد آیا کہ وہ تقریباً" دو ماہ سے ناصح کا کردار بخوبی نبھا رہی ہے۔

اس خیال کے ساتھ ہی وہ پر اعتماد سی ہو کر بیٹھ گئی۔

اور پھر اس نے ایک حرکت کی جیسے ہی ہارون نے شعر پڑھنا چاہا وہ اس شعر کی تفسیر بن کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

مغرور تھا کمال سخن پر بہت حفیظ
ہم نے بھی واہ واہ نہ کی ہم بھی چپ رہے

سب نے بہت روکا مگر وہ امی کو زبردستی لے کر گھر آ گئی۔ سونے سے پیشتر اس نے راضیہ کے متعلق سوچا...." خدایا اس لڑکی کو عقل دے رحمٰن بھائی کی بیوی کا خدا معلوم کیا حال ہو گا پتا نہیں آخر

رحمن بھائی نے کس طریقے سے ان سے دوسری شادی کی اجازت لی ہے.....؟"

......*

دونوں بہنوں کے ذہن ماؤف ہو چکے تھے ایک طرف بیٹا نہایت گستاخی سے ماں سے خطاب کر رہا تھا۔

"جب صالحہ نے اجازت دے دی ہے تو آپ کو کیا تکلیف ہے؟۔"

دوسری طرف بیٹی ماں سے کہہ رہی تھی کہ وہ کچھ کھا کر سو رہے گی۔

"تو مرجاؤ....." ماں نے نہایت سنگدلی سے کہا "قصور تمہارا ہی ہے وہ اپنی بیوی کے ساتھ ابھی تک ٹھیک ٹھاک رہ رہا تھا....."

"امی.....!" راضیہ سسک پڑی..... "سچ امی! میں نے انہیں نہیں بھٹکایا۔ میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں....."

"ضرورت بھی نہیں مجھے یقین دلانے کی' سب تمہاری حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے۔" سجیلا کی ماں نے سمجھایا مگر وہاں ایک ہی گردان تھی۔

"نہیں پھوپھو۔"

تب ماموں جان بھڑک اٹھے "میں اسے گولی مار دوں گا" راضیہ پر کوئی اثر نہ ہوا' سجیلہ بیسویں صدی کا عشق دیکھ کر ششدر رہ گئی۔

سب باتیں..... دلائل..... دھمکیاں..... خوشامدیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ انہوں نے کورٹ میرج کرلی تھی۔ جب مغرب کے وقت راضیہ نے فون پر اطلاع دی تو اسے غش سا آگیا۔ ایک لفظ منہ سے نہ نکل سکا۔ ممانی جان نند سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔ ان کی سگی بہن نے انہیں کیا کچھ نہ کہا تھا۔ امی نے بھاوج کے سامنے دل کو قابو میں رکھا۔ مگر گھر آکر پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔ آج جس شخص کی عزت خاک میں مل گئی تھی وہ ان کا ماں جایا تھا۔

ان دنوں سجیلہ سے چھوٹا فراز بھی ٹیکسلا سے چھٹیوں پر آیا ہوا تھا۔ اس نے سر جھکا کر اتنا کہہ دیا "راضیہ باجی نے یہ اچھا نہیں کیا۔

ایک روز راضیہ نے اسے فون کیا کہ وہ رحمٰن کے ساتھ سعودی عرب جا رہی ہے تو اگر وہ ملنا چاہے تو اسے پتے پر مل لے۔ تب اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا تھا "میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی' آئندہ مجھے فون مت کرنا"

وہ شاپنگ کے لئے فراز کے ہمراہ بوہری بازار آئی تھی۔ فراز اس سے تین سال چھوٹا تھا مگر قد میں تین ہاتھ اونچا ہوگیا تھا۔

"وہ کپڑا پسند کر رہے تھے۔ کہ معاً" فراز اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم ہارون بھائی!۔"

"وعلیکم السلام بھئی..... کیا لے رہو ہو.....؟۔"

اس نے مطلق توجہ نہ دی اور ایک پینٹ پیس اٹھا کر اسے اپنا ہم پسند بنانے کے لئے دلائل دینے لگی۔ مگر وہ بھی ایک ہی تھا۔ اسے دوسرا پیس پسند آگیا تھا مگر اس نے دیکھا وہی پینٹ پیس ہارون پیک کروا رہا تھا۔ وہ ادائیگی کے بعد سرد چہرے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہارون فراز سے باتوں میں مصروف تھا۔ محبوب کے قرابت داروں سے تعلق بڑھانا بھی محبت کے اصولوں میں شامل ہے۔ اور ہارون اس اصول پر نہایت سنجیدگی سے عمل پیرا تھا۔ اور وہ بھی سخت کوفت محسوس کر رہی تھی۔

"بھئی آخر ہم آپ کے پڑوسی ہیں' اور آپ کی آپا ہیں کہ سلام تک کرنا پسند نہیں کرتیں۔"

غالباً" اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا اب وہ اس کی ذات پر آگیا تھا۔ یہ بات انہی جذبوں میں لپٹ کر پہنچی جن جذبوں میں سمو کر کہی گئی تھی۔ وہ سب کچھ محسوس کرتی تھی کہ عورت تھی جو مرد کی نظر پہچاننے میں دھوکہ نہیں کھاتی۔ اور اس معاملے میں نہایت حساس واقع ہوئی ہے۔

"آؤ اب گھر ہی تو جانا ہے ناں؟۔"

"ابھی کہاں ہارون بھائی! ابھی تو آپا کی جانے کتنی شاپنگ باقی ہے۔ ویسے ہمارے پاس اپنا گھوڑا ہے۔" فراز نے اپنی ہنڈا کی سمت اشارہ کیا

......*

راضیہ کے اس اقدام سے تمام ماحول پر ایک تکلیف دہ تاثر چھا گیا تھا۔ ہر شے پر جمود طاری تھا۔ آسیہ باجی وغیرہ نہایت مخلص اور آئیڈیل پڑوسی تھے۔ ایسے انسان جو دوسروں کو اپنے سامنے شرمندہ ہوتا دیکھ کر خود کو زمین گڑتا محسوس کرتے ہیں۔ اپنے دکھ کی طرح دوسروں کے معاملے میں بھی اتنے ہی حساس ہوتے ہیں۔

اس روز دوپہر کا کھانا کھا کر وہ ماموں کی طرف چلی آئی جیسے ہمیشہ آجاتی تھی۔ دوپٹہ اٹھا کر۔

بھابھی میکے گئی ہوئی تھی ممانی جان اپنے کمرے میں تھیں راضیہ سے چھوٹی تیرہ سالہ نازیہ کھولتے پانی سے کچن کا سنک صاف کر رہی تھی۔

"ارے نازو! دوپہر میں صفائی ہو رہی ہے؟۔"

"بس اپیا.... چکنائی جم گئی تھی۔ سوچا ساتھ ساتھ صاف کر لوں.... تاکہ مزے سے سوؤں آپ کو پتا ہے میں دوپہر میں سونے کی کس قدر شوقین ہوں' سب کام ہو جائیں تو نیند اچھی آتی ہے...."

"اور مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ سوچا تھوڑی دیر باتیں کریں گے پھر سو جائیں گے' چلو تم جب تک سنک صاف کرو میں کوئی کتاب دیکھ لیتی ہوں۔"

ذرا دیر باتیں ہوئیں منٹوں بعد ہی دونوں صوفوں پر بے سدھ ہو چکی تھیں۔ ڈرائننگ روم میں ہی۔

شام پانچ بجے اس کی آنکھ خود بخود کھل گئی نازو پہلے اٹھ چکی تھی۔ وہ موجود نہیں تھی۔

"اف توبہ! کتنی دیر ہو گئی امی بھی کہہ رہی ہوں گی یہاں آکر یہیں کی ہو جاتی ہوں۔" وہ سوئے سوئے انداز میں دروازے کی سمت بڑھی۔ اسی دم کوئی پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوا دونوں اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئے۔

اس نے نیند سے بوجھل ہر تاثر سے خالی آنکھیں اٹھائیں۔ ہارون اپنی بے ساختہ مسکراہٹ سے موجود تھا۔

"راستہ دیں پلیز!" جذبات سے عاری لہجے میں اس نے گویا درخواست کی تھی

"میں کیا راستہ دوں؟ راستے تو ہیں ہی آپ کے ہمت کیجئے۔" وہ اس کے سرد انداز پر بھی گویا فدا

ہو کر بولا۔

وہی دھیما لہجہ جس لہجے میں اس نے کئی بار اڑتے اڑتے بول پھینکے تھے۔

اس کا خمار ایک دم اتر گیا۔

"ڈائیلاگ اچھے بول لیتے ہیں آپ۔" وہ تنگ کر بولی تھی۔

"آپ کو پسند آئے زہے نصیب۔"

"ارے بھئی! تم دروازے میں کیوں ٹک گئے.... مزہ تو آج ہے کھیل کا آج کل ویسے بھی تم ہار رہے ہو....۔" اس کی پشت سے آصف بھائی کی آواز آئی۔

"ٹھیک کہا یار تم نے" وہ ایک طرف ہٹتے ہوئے اسے بغور دیکھ کر بولا۔

ساتھ ہی وہ بھی ایک طرف ہٹ گئی۔ آصف بھائی کو راستہ دینے کے خیال سے جو بساط اور مہروں کا ڈبہ اٹھائے کھڑے تھے۔

"آداب....!۔"

"خوش رہو.... سو رہی تھیں....؟۔"

"جی....! اس نے جیسے گناہ کا اقرار کیا اور باہر نکل آئی دیوانہ.... سمجھتا ہے میں بے وقوف لڑکیوں کی طرح اس کی باتوں میں آجاؤں گی۔ ان مردوں کا ہارون کی لوفرانہ باتیں یاد کر کے دماغ میں کوفت سی بھر گئی۔"

......*

"اپیا.... اپیا....!۔" نازو جانے کہاں سے آوازیں دے رہی تھی۔ "ارے آپ یہاں ہیں.... میں نیچے تلاش کر رہی تھی! یہ ہارون بھائی نے کیسٹ دی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے آپ نے غزلوں کی کیسٹ کے لئے کہا تھا"

"ہم.... میں.... نے.... اوہ.... ہاں اچھا....! لاؤ۔" اس نے اس کے ہاتھ سے کیسٹ جھپٹ لی۔"

"تم آج اسکول نہیں گئیں؟۔"

"نہیں....!۔"

"کیوں....؟۔"

"ایسے ہی....۔"

"بھئی ریگولر جایا کرو۔"

"پتا ہے اپیا رات کو پاپا کے دوست آگئے تھے۔ دیر سے سوئی تھی ناں پاپا کے دوستوں کے کام بھی میرے ذمہ ہیں۔ ہر دو منٹ بعد چائے کافی' باجی کے سارے کام اب مجھے ہی کرنے پڑتے ہیں۔"

نازو بہن کا ذکر کرتے ہوئے بے تحاشہ اداس ہو گئی تھی۔

"بھابھی آگئیں؟۔"

"نہیں کل آئیں گی۔"

"اپیا.... امی کہہ رہی تھیں آپ کی کام والی آئے' تو ہماری طرف بھیج دیجئے گا.... ہماری کام والی پتا نہیں کیوں نہیں آرہی۔"

یہ کہہ کر وہ واپس چلی گئی۔

"عجیب احمق آدمی ہے.... نازو نویں جماعت میں پڑھتی ہے کوئی ذرا سی بچی تو نہیں جانے کس چیز کی ہے کیسٹ؟ اس نے دروازہ بند کر کے کیسٹ لگائی۔"

تھوڑی خاموشی کے بعد رفیع کی لچکتی آواز ابھری۔

اے کاش کہ ہوتی خبر تو نے ٹھکرایا ہے
شیشہ نہیں ساغر نہیں مندر سا اک دل ڈھایا ہے

بار بار اسی شعر کی گردان تھی۔ یہی دو مصرعے بار بار دہرائے گئے تھے۔ بڑا خوبصورت تسلسل لگ رہا تھا۔ اس نے کیسٹ پلٹ کر لگائی۔ ہارون کی اپنی آواز تھی۔

"صرف ایک بار اعتبار کر کے دیکھو سجیلا عباس....! عورت تو قدرت کی بڑی نازک کاوش ہے۔ یہ اتنی کٹھور کیوں ہوتی ہے۔ سنو یہ مذاق نہیں' کیا واقعی تم اتنی بے حس ہو۔ تمہیں اعتبار دلانے کی کیا قیمت ہے میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔ کچھ خوف خدا کرو۔ وہ نظر پیدا کرو جو پرکھ کی کسوٹی ہوتی

ہے۔"

تب اس نے کیسٹ نکال لی۔ کچھ دیر غصے سے تھرتھراتی رہی۔

"اف اتنی جرات....؟۔ اس قدر ہمت؟" دل چاہتا ہے موصوف کی والدہ کے پاس لے جاؤں اور کہوں سنبھالیں موصوف کو۔ بڑے پر نکل رہے ہیں۔ غضب خدا کا.... بظاہر اتنا ڈیسنٹ انسان حرکتیں کاؤبوائے جیسی.... دماغ ٹھکانے لگادوں گی.... میاں مجنوں کا موقع ملتے ہی اس کے منہ پر دے ماروں گی۔ دن میں دو مرتبہ تو اس کے گھر کے سامنے سے گزر ہوتا ہے۔

شام کو وہ امی کو کہہ کر کہ وہ ماموں کے ہاں جا رہی ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد آجائے گی۔ باہر آئی تو دیکھا' ہارون اپنے گھر کے لان میں کھڑا ٹیوب سے پانی پودوں میں ڈال رہا تھا۔ وہ دوبارہ اندر گئی۔ کیسٹ کی ریل جو اس نے نوچ کر ایک لفافے میں بھر دی تھی لے کر دوبارہ آئی' اس نے سبز باڑ سے باہر ہی کھڑے ہو کر کہا۔

"مسٹر ہارون۔"

ہارون نے بے تحاشا چونک کر اپنا جھکا سر اٹھایا۔

اسے دیکھ کر ایک سیراب سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر در آئی' مگر قدم بڑھاتے ہی کوئی چیز اڑ کر اس کے قدموں میں آرہی۔ اس نے جھک کر لفافہ اٹھایا۔ اس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ چہرے پر سایہ لہرا گیا۔ اتنا دل برداشتہ ہوا کہ ٹیوب گھاس پر پھینک کر سینے پر ہاتھ لپیٹ کر سامنے دیکھنے لگا۔ جہاں سانس بھرتا پتھر جا رہا تھا۔

"سجیلا عباس.... میں نے تمہاری آرزو کی ہے.... تمہیں اپنے دل میں بہت اونچا مقام دیا ہے.... یہ کام مجھ سے روز تو نہ ہوں گے.... تم اور صرف تم.... مجھے یقین ہے میرے جذبے تمہیں ہرا دیں گے۔ مگر میں تمہیں کبھی شرمندہ نہیں کروں گا" اس نے خوش امیدی کے ساتھ نئے سرے سے اپنی ہمت بندھائی۔

امی کی عادت ویسے ہی جلد گھل مل جانے والی تھی' بہت ملنسار عادت تھی۔ اور اب تو یہاں آباد ہوئے بھی سال بھر سے زائد ہو گیا تھا۔ ہارون کی امی سے ان کی گاڑھی چھننے لگی تھی۔ ہارون کی

بہنیں اکثر آجاتی تھیں مگر اس کی دوستی خاص طور پر نمبر تین یعنی سعدیہ سے تھی۔ اس کی بہت بنتی تھی۔ سعدیہ حد سے زیادہ لاپرواہ و سادہ تھی سجیلا کو اس کا لاابالی پن بہت پسند تھا۔

کبھی کبھی وہ ضد کر کے گھر لے آتی تھی۔ اور اسے دیکھ کر ہارون کی آنکھوں کی چمک بڑھ جاتی تھی۔ اس کی فقرہ بازی پر وہ نروس سی ہو جاتی تھی۔ اسے متوجہ کرنے کو اس کا شوخی سے کھنکارنا اسے ہراساں کر دیتا تھا۔

"اف! اس شخص کو تو ذرا بھی کسی کی پرواہ نہیں‘ اب یہ سب لوگ آنکھ کان سے تو پٹ ہیں نہیں۔ یہ شخص تو مجھے رسوا کر کے چھوڑے گا.... خدا معلوم یہ مشرقی مرد کیا ہوتے جا رہے ہیں.... فلمی ہیرو کی طرح.... ہاں۔" چاہتے ہیں بطور مشغلہ دوستی چاہتے ہیں۔.... ہاں چاہتے ہیں.... اقرار چاہتے ہیں.... ان کے جذبے سچے نہیں ہوتے کہ انہیں خود پر اعتماد نہیں ہوتا.... تم جسے چاہتے ہو مشرقی دستور کے مطابق اسے پانے کی کوشش کرو‘ یہ کیا کہ ایک اقرار کی خاطر مرے جا رہے ہیں مٹے جا رہے ہیں۔ جیسے ان مردوں کی رمق بھر شخصی پہچان نہیں۔

"سجیلا بڑی ایماندار لڑکی ہے.... سنو دیوانے اگر وہ ایک بار تمہارے سامنے بکھر گئی ناں.... تو بہت برا ہو گا کہ تمہاری نہ ہو سکی تو حیات تیاگ دے گی‘ لیکن کسی دوسرے سے منافقت نہ کر پائے گی.... **سجیلہ** میں دہرے پن کا حوصلہ کہاں۔"

"یہ ہو سکتا ہے کہ ایک بار انکار ہو.... انسان تو کئی بار کمر باندھ کر سکتا ہے.... ہے ناں.... جو ایک بار میں ہمت ہار دیتے ہیں وہ.... ریاکار ہوتے ہیں.... یہ محبتوں کے عارضی کھیل.... اب اتنی بھی بے قیمت نہیں سجیلا....!"

اس نے کروٹ بدلی تو خوف کی ایک لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کر گئی۔ وہ بری طرح سہم گئی‘ آج سجیلا خود پر عیاں ہو گئی تھی۔ خود سے منہ چھپا کر کہاں جاتی؟ وہ سسک پڑی۔

"اگر تم سچے ہو تو وقت تمہارا ساتھی اور سجیلا قدر دان ہو گی۔ وقت تمہیں معتبر کر دے گا تو سجیلا بھی خود کو ہار دے گی۔ مگر اس وقت جب زمانے کی نگاہ میں وہ تمہاری ہو رہی ہو گی۔" اس نے پہلو بدلا تو خود اپنی نگاہ میں رسوا ہو کر سوچنے لگی۔

"بس سجیلا یہی تھا تمہارا کردار.... اب ہارنے کو رہ ہی کیا گیا ہے.... کل یہ دل کیا کہتا تھا آج کیا کہہ رہا ہے؟ کیا کسی اور کے لئے بھی یہ دل یہی کہہ سکے گا.... نہیں.... نہیں.... اللہ توبہ.... کبھی بھی نہیں کون کہتا ہے.... مرد پر عورت کا جادو چلتا ہے.... جادوگر تو یہ لوگ ہوتے ہیں راضیہ! تو نے جانے کب یہ کہا تھا جانے کس بڑے آدمی کی بات کہی تھی کہ عورت اپنے پہلے جذبے میں اپنے چاہنے والے کو چاہتی ہے.... مگر راضیہ.... واقعی میں ٹھوس کردار کی لڑکی ہوں۔ مجھے اپنے فرائض کا احساس ہے‘ لڑکی اپنا بر خود ڈھونڈھے یہ بات آج بھی ہمارے خاندان میں معیوب نہ سہی ناپسند ضرور سمجھی جاتی ہے۔ اور پھر چادر جتنی اجلی ہوتی ہے داغ اتنا ہی نمایاں ہوتا ہے.... مگر نہیں یہ بھی درست ہے واقعی میرا ماضی.... اجلا کورا ہے.... سنو مہربان.... اپنے لئے سوچنا صرف اپنے مفاد کے لئے سوچنا خود غرضی ہے **سجیلہ** خود غرض نہیں مجھے اپنوں کے سر جھکانا منظور نہیں‘ وہ بہت دیر تک آنسو بہاتی رہی۔ اس کا بہت کچھ کھو گیا تھا اور اس میں یہ حوصلہ نہ تھا کہ اتنا بڑا نقصان برداشت کر سکتی۔"

آج سعدیہ اسے زبردستی لے آئی تھی۔ آسیہ باجی کی شادی ہونے والی تھی۔ وہ ماں کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھیں۔ نازیہ یونیورسٹی گئی ہوئی تھی۔

"میرا دل نہیں لگ رہا تھا۔ سوچا آپ کو لے آؤں کیرم کھیلیں گے۔"

"اچھا پہلے میں کچھ پینے کے لئے لے آؤں.... بس ابھی آئی"

اور وہ بے ساختہ سامنے تپائی کی جانب بڑھ گئی۔ جس پر منیر نیازی کی دو کتابیں (مجموعہ) "ماہ منیر" اور "اس بے وفا کا شہر" رکھیں تھیں۔

سعدیہ واپس آئی تو وہ فورِ شوق سے بولی "ارے سعدیہ" "یہ منیر نیازی کون پڑھتا ہے؟

"ہارون بھائی اور آسیہ باجی کو کریز ہے شعری ادب کا اور ہارون بھائی تو منیر نیازی کے دیوانے ہیں۔ منیر کی کوئی کتاب بازار میں آئے اور ہمارے گھر میں نہ آ جائے فوراً" ایسا کبھی نہیں ہوا.... بھئی مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں اس شعر و شاعری سے.... ویسے ہارون بھائی دو شاعروں کو خاص طور پر پڑھتے ہیں۔ ایک تو منیر نیازی دوسرے ساغر صدیقی اور آسیہ باجی کشور ناہید اور فراز کو۔"

"آپ پڑھتی ہیں تو لے جائیے گا....." سعدیہ نے اس کی جانب گلاس بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے اپیا..... آپ کبھی خود بھی آجایا کریں۔ ہمارے گھر آسیہ باجی کہہ رہی تھیں کہ شاید سجیلہ ملنا پسند نہیں کرتی۔"

"نہیں سعدیہ! ایسی تو کوئی بات نہیں بس ادھر قدم ہی نہیں اٹھتے۔"

"کیوں کیا جنوں کا بسیرا ہے یہاں؟" اچانک ہارون اندر داخل ہوتے ہوئے بولا

"شاید.....! اس نے اپنا لہجہ تیکھا کرلیا۔"

"اور کیا حال ہیں۔؟' میرا مطلب ہے مزاج بخیر؟"

"الحمدللہ.....!۔" اس نے کتابیں واپس رکھتے ہوئے روکھے لہجے میں جواب دیا۔

"اگر آپ پڑھنا چاہیں لے لیں کوئی بات نہیں..... واقعی اچھا بلکہ لاجواب کہتا ہے۔" شکریہ

"اتنی سی بات پر شکریہ..... ہم تو..... ارے بھئی سعدیہ چائے وائے لاؤ ناں..... یہ تو بڑے اہم مہمان ہیں۔"

"ہم تو ابھی ابھی اسکوائش پی کر بیٹھے ہیں۔ یہ گلاس گواہ ہیں۔" شاید اس نے بھائی کے بننے پر مذاق کیا"

"اچھا میرے لئے کافی لاؤ..... کریم اچھی طرح پھینٹنا۔"

اسے جاننے میں دیر نہ لگی کہ اس نے بہن کو ٹالا ہے۔

"آپ کو یہ شاعر کیوں پسند ہیں' یہ تو کسی بے وفا کا ستایا ہوا ہے۔ بڑے چوٹ کھائے احساسات کا مالک' آپ پر بھلا کیا اثر ہوتا ہو گا۔ شاعری کا' شاعری سے حظ اٹھانے کے لئے تو بڑا' رقیق' حساس اور گہرا دل چاہیے ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں میں؟۔"

"جی نہیں..... میرے متعلق آپ کے سب اندازے غلط ہیں۔"

"جی نہیں..... سو فیصد درست ہیں۔"

"دراصل میں مرد کو قابل اعتبار نہیں سمجھتی۔ لڑکیوں کی کمی تو نہیں ایک سے ناامید ہو کر دوسری جانب بڑھ جاتا ہے۔ کسی ایک کے لئے سچا ہو ہی نہیں سکتا..... یہ میری سوچ ہے آیا سمجھ

میں..... ہارون صاحب! میں آپ سے صاف صاف کہہ رہی ہوں آج آئندہ میرے ساتھ اس قسم کی گفتگو سے پرہیز کیجئے گا۔ میں تنگ آگئی ہوں آپ کی ان سستی باتوں سے باتیں یقین کا معیار نہیں۔ اعتبار کی کسوٹی نہیں۔ میں آپ بڑی عزت کرتی ہوں پلیز....."

وہ پھٹ پڑی "ہاں نہیں تو آر یا پار' فیصلہ تو ہونا چاہیے" وہ دم بخود رہ گیا۔ اسے اس طرح برستے دیکھ کر' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

"کاش سجیلہ! آپ کو احساس ہوتا کس قدر غلط سوچ ہے' آپ کی میرے متعلق یہ بھی سن لیجے عزت و قار عورت ہی کی میراث نہیں۔ اس خزانے پر مرد کا برابر کا حصہ ہے۔ مرد کی بھی عزت نفس ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ پردہ اٹھا کر باہر نکل گیا۔

"وہ خود جیسے لحد میں اتر گئی..... دل مرسا گیا۔"

جیسے وہ آج واقعی کھو گیا۔ اس کا پروانہ چاہت بھی تو دولت ہوتی ہے۔ دولت لٹ جائے تو صدمہ تو ہوتا ہے' اور وہ دامن جھاڑ کر چلی آئی۔

مگر چند گھنٹوں کی پشیمانی کے بعد دماغ میں وہی خناس بھر گیا۔ شاید یہ بھی مرد کا کوئی گر ہو' شاید وہ بن رہا ہو۔ دراصل اسکے گرد کئی مثالیں تھیں۔ جنھوں نے منہ کے بل گر کر چوٹ کھائی تھی۔ اور وہ اسی وجہ سے محتاط رہی آج تک' اور خود کو حق پر سمجھتی رہی اور پھر وہ ایک نہایت مشرقی لڑکی تھی۔ ہارون تھا کہ صرف ایک ہاں کی خاطر کتنی بار ذلیل ہوا تھا۔

"ہر جگہ تماشا بنا دیتا ہے مجھے' میں نے ٹھیک کہا ہے۔"

وہ خود کو تسلی دیتی ہوئی کام میں مصروف ہو گئی' مگر دل کی چبھن کسی طور پر کم نہ ہوئی کئی مرتبہ جی چاہا اس سوگوار کے دامن میں منہ چھپا کر ڈھیروں آنسو بہائے' معافی مانگ لے۔ ہائے حساس لوگ کتنے کم بخت ہوتے ہیں کسی کا دل دکھا کر کسی طور چین نہیں پاتے۔

......*

شام کو سعدیہ کتابیں اٹھائے چلی آئی۔

"ہارون بھائی کہنے لگے کہ تمہاری اپیا نے کہا تھا ان کتابوں کے لئے جاؤ دے آؤ آپ شاید بھول

آئی تھیں۔" اس نے سائڈ ٹیبل پر کتابیں رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب منیر نیازی کی ہیں۔" وہ مزید بولی۔

ہارون نے کہا ان کتابوں کے لئے اس کی استقامت آج بھی وہی ہے گویا" اس کے دل سے ایک بوجھ اتر گیا۔

رات کو سونے سے پہلے وہ ساری کتابیں سامنے پھیلا کر بیٹھ گئی۔ ایک پتلی سی کتاب "آغاز زمستان میں دوبارہ" اٹھائی اور ورق گردانی کرنے لگی۔ اچانک ٹھٹھک گئی چند اشعار ٹک مارکے ہوئے تھے وہ نظریں دوڑانے لگی۔

میں محبت اس سے کس طرح کروں
دل میں جو ہے کس طرح اس سے کہوں
میرے اس کے درمیان بیگانگی برسوں کی ہے
ایک بے مفہوم خاموشی برسوں کی ہے

وہ سوچتی رہ گئی۔ تمام کتابیں ایک طرف کرکے لیٹ گئی، پھر اس سے کچھ پڑھا نہ گیا۔ ٹیبل لیمپ بجھا کر اس نے بہت کچھ سوچا پاگلوں کی طرح سوچا۔

✲...✱...✿

وہ اپنی اس وضع پر ڈٹی رہی۔ نہ ٹوٹی نہ جھکی نہ مہربان ہوئی، یہاں تک کہ آسیہ باجی بھی پی کے دیس سدھار گئیں۔ گولڈن سوٹ گولڈن سینڈل گولڈن نازک سا جڑاؤ سیٹ پہنے اپنے مخصوص انداز میں سینے پر دو چوٹیاں ڈالے وہ کسی کام سے برآمدے کی طرف نکل آئی تھی اس نے تصور میں اپنی حقیقت میں پرائی بے مہر لڑکی کو دیکھا۔ ٹھٹھک کر دیکھا حسرت سے دیکھا اسی دم کہیں سے دوڑتا ہوا جگنو آگیا تھا۔

ہارون اسے گود میں اٹھا کر بولا "یار! تم پر یہ دو چوٹیاں کس قدر خوبصورت لگتی ہیں آج تو تم کسی ریاست کے شہزادے لگ رہے ہو واہ یار! واہ! رات جو دو گھنٹے کی نیند لے لیا کرتے تھے آج سے وہ بھی گئی" اور اس روز بیچ وہ بڑی مشکل سے مسکراہٹ ضبط کر سکی تھی۔

آسیہ باجی کی شادی کے مہینے بھر بعد ہی سعدیہ ایک روز بولی "ہارون بھائی سنگاپور جا رہے ہیں۔ انہیں وہاں نہایت معقول ملازمت مل گئی ہے" پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"کاش! آپ انکار نہ کرتیں، ورنہ ہم سب کی یہی تمنا تھی کہ آپ ہماری بھابی بن جائیں خیر نصیب اپنا اپنا" اور اسے جیسے کرنٹ لگ گیا "انکار.....؟"

"کیسا انکار.....؟۔"

وہ سن بیٹھی سوچتی رہ گئی۔ یہ سعدیہ کیا کہہ گئی ہے۔

اسی دن شام کو وہ ماموں کے ہاں جگنو کو نہلا کر کپڑے پہنا رہی تھی۔ بھابی یکدم بولیں۔

"سجو! ہر بات کی وجہ ہوتی ہے۔ یہ بلاوجہ انکار اپنی سمجھ میں نہیں آیا۔ بھلا کیا برائی ہے ہارون میں.....؟ بلکہ پورا گھر ہی ان کا اچھا ہے۔"

وہ ٹکر ٹکر بھابی کی صورت دیکھتی رہ گئی۔

"سچی بات تو یہ ہے مجھے تمہارے فیصلے سے دکھ ہوا بہت زیادہ پھوپھی امی کہہ رہی تھیں کہ تمہیں ہارون شروع سے ہی ناپسند ہے..... بلکہ پہلے تو تم ان کے ہاں جانا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔ مگر سعدیہ زبردستی لے جاتی ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی ٹھیک ہے کہ شادی کے معاملے میں لڑکیوں کی رائے کو مقدم رکھنا چاہیے تاکہ شادی کے بعد وہ اپنے فرائض خوش اسلوبی سے نبھا سکیں۔ مگر بی بی! جب اتنا اچھا شخص تمہیں پسند نہیں آیا جانے تمہارے خیالات کتنے اونچے ہوں گے کیسا شخص پسند کرو گی؟۔" مگر بی بی ذرا اڑان نیچی ہی رکھو کہ جتنے اوپر سے گرو گی میرے منہ میں خاک اتنی زیادہ گہری چوٹ لگے گی"

بھابی اپنی ہی کہے جا رہی تھیں۔ دوپہر سعدیہ دھماکے کر گئی تھی۔ اب بھابی کان میں توپیں داغ رہی تھیں۔ اس کی کائنات لٹ رہی تھی۔ بلکہ لٹ گئی تھی۔ کتنے آرام سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا کسے کہتے ہیں۔ آج سمجھ میں آیا تھا۔ ان دنوں وہ راضیہ کی وجہ سے ویسے ہی آؤٹ رہتی تھی۔ اس پر امی کا بار بار کہنا آسیہ کتنا بلاتی ہے۔ چلی جایا کرو بچیوں کے پاس۔ تب ایک روز اس نے جھلا کر کہہ دیا تھا۔

"میرا دل نہیں چاہتا ان کے جانے کو' خاص طور پر ان کے بھائی ہارون تو زہر لگتے ہیں مجھے بس امی آپ مجھے وہاں جانے کو مت کہا کریں۔" اس کے گمان میں بھی نہ تھا اس وقت کی کہی گئی ایک بے معنی سے بات مستقبل میں اتنی اہم صورت اختیار کر جائے گی۔ جب ہی تو امی نے بالا ہی بالا انکار کر دیا تھا۔ وہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس کی ذرا ذرا سی بات اور پسند و ناپسند کو وہ بہت اہمیت دیتی تھیں

اپنا ہی بچھایا ہوا کانٹا تھا جو چبھا تھا۔ آگ اپنے ہاتھوں ہی لگائی تھی۔

اس رات آنسو رو کے وہ کس قدر بے کل پھری۔

تڑپتی رہی۔

ایک روز وہ چلا بھی گیا' قریبی پڑوسی ہونے کے ناتے وہ ملنے آیا۔ مگر وہ سامنے نہ آئی سارا کشٹ ضائع جانے کا خطرہ تھا' بہت سے لوگ ایئرپورٹ جا رہے تھے۔ اس نے کھڑکی سے جھانکا' اس کی جھلک دکھائی دی کلیجے میں برچھی سی لگی۔ گہرے سوٹ میں ملبوس مضبوط سراپے نے سہارا نہ دیا۔ سہارے کی امید تو دی تھی۔ اس شخص نے اتنا ٹوٹ کر چاہا مجھے' آہ کتنا بکھر رہا ہوگا آج جی چاہتا ہے اسے روک لوں۔ اتنا رووں کہ آنسوؤں کے سمندر میں ماضی سارا کا سارا بہہ جائے۔ مقدر لوگوں کو کھلونا بناتا ہے۔ اس نے مقدر کو کھلونا بنا دیا تھا۔

جانے کیا ہو گیا پھر آنکھوں سے آنسو بہنا ہی بند ہو گئے۔

بے حس سی ہو کر رہ گئی۔

اس کے جانے کے بعد اس نے ایم۔ ایس۔ سی میں ایڈمیشن لے لیا۔ امی کو اس کی شادی کی پڑی تھی۔ انہوں نے اسے منع کیا مگر وہ اب بہت خود سر سی ہو گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد پہلی عید آئی تو عین عید کے روز اسے عید کارڈ موصول ہوا لفافے پر بڑے آرٹسٹک انداز میں **"سجیلہ عباس"** لکھا ہوا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے لفافہ کھولا دو سطریں انگریزی میں تحریر تھیں۔

نیچے ایک شعر درج تھا۔

آواز دے کر دیکھ لو شاید مل ہی جائے
ورنہ تمام عمر کا سفر رائیگاں تو ہے

وہ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ سوجی آنکھیں چھپانے کے لئے اسے سر درد کا بہانہ کر کے بستر پر عید گزارنی پڑی۔ بارہا تکیے کے نیچے سے کارڈ نکال نکال کر پڑھا اور پڑھ پڑھ کر روئی' احساس زیاں وبال جان بن رہا تھا "اے میرے حبیب جو مقدر محرم سا نہ ہوتا ہم یہ عید مل کر گزار رہے ہوتے اے خدا مجھے صبر کیونکر آئے گا؟ میں سکون کیوں کر پاؤں گی سکون سے نماز پڑھنے کے بعد جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی ہوں تو ہتھیلی پر تم آجاتے ہو' مجھ میں تھوڑی سی ہمت ہو تو تمہیں بلا بھیجوں مگر پھر وہی ان کی باتیں بس میرا علاج مرگ ہی ہے ہاں.... شاید

☆...☆...☆

ادھر گھر والے سخت پریشان تھے ایک سے ایک رشتہ آ رہا تھا۔ مگر اس کا جواب یہی' یہ بھی نہیں' وہ بھی نہیں' نہیں' نہیں' نہیں

تب ماں جھنجلا گئیں۔ "تم آخر چاہتی کیا ہو' تمہارے فائنل میں سال بھر تو رہ گیا ہے شادی میں سال تو لگ جائے گا۔ رشتہ طے ہو جائے تو اور بھی دوسرے بکھیڑے ہوتے ہیں۔ بس اب ہمیں جو پسند آ جائے گا طے کر دیں گے۔ یہ بھی کوئی بات ہے' عمر گزر جائے تو رنڈوے دوہاجو ہی مقدر میں رہ جاتے ہیں۔

"امی! میں سرے سے شادی ہی نہیں کرنا چاہتی۔"

وہ بول اٹھی (اف کیسے حوصلے دے گیا تھا وہ شخص)۔

ماں ہکا بکا کھڑی رہ گئیں

"کیا بک رہی ہو؟" دماغ تو ٹھکانے ہے....؟"

"بس مجھے مرد کی حاکمیت پسند نہیں' مجھے نفرت ہے شادی سے۔"

"اے بادشاہ زادیاں' ولیوں کی بیٹیاں سب بیاہی گئیں۔ مرد کو تو خدا نے عورت کا ساتھی' اس کا محافظ بنایا ہے۔"

"اب تم... زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں'.... ابھی تمہیں عقل نہیں ہم جو کریں گے تمہاری

بہتری کے لئے کریں گے سمجھیں؟۔"

تب وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس کا تڑپنا ماں سے نہ دیکھا گیا.... ایک دم نرم پڑ گئیں۔ انہوں نے ٹٹولتی نظروں سے بیٹی کو دیکھا پھر اسے سینے سے لگاتے ہوئے بولیں "اگر کوئی بات ہے تو ماں سے کہہ دو' ان کی آنکھوں میں اندیشے سرسرا رہے تھے۔ انہیں راضیہ یاد آ گئی۔

"کیا تم کہیں اور چاہتی ہو؟۔"

"ہائیں....۔" وہ دھک سے رہ گئی "یہ بات ماں کے ذہن میں کیوں آئی....؟"

"نہیں امی.... میں کبھی بھی نہیں....۔"

"کبھی نہیں کا کوئی سوال نہیں.... اگر تم ابھی تیار نہیں تو دو سال بعد سہی چلو یہ رونا دھونا بند کرو....۔" وہ باہر نکل گئیں۔

تب اس نے سوچا ہاں شاید وہ اس عرصے میں واپس آ جائے تڑپ کر' پھر جب لوگوں کی زبانی اسے معلوم ہو گا کہ وہ مسلسل شادی سے انکار کر رہی ہے۔ پھر شاید وہ آپ ہی آپ سمجھ جائے۔ مجھے بے رحم کہنے والا۔ کس قدر بے رحم و سنگدل ہے کیسے جذبے جگا گیا۔ نہ مرتوں میں چھوڑ گیا نہ زندوں میں' اس کو تو احساس بھی نہیں ہو گا کہ وہ کس قدر تباہ کر گیا ہے۔ کسی کی ہنستی کھیلتی زندگی کو۔ مگر وہ تو ایک مرتبہ کے انکار سے حوصلہ ہار گیا ہے مگر نہیں وہ واقعی دکھی ہو گیا ہو گا کہ ہمارے گھر والوں نے نہیں بلکہ میں نے خود' اس کا دل چاہا آپ اپنا آپ پیٹ ڈالے۔ چیخیں مار مار کر روئے۔ کئی بار قلم اٹھا کر تڑپ کر بیٹھی۔ چاہا صرف اتنا لکھ دے "آجاؤ"

اسی دم ذہن کے کسی کونے میں راضیہ سرسراتی استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ "جو جان محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے.... اب معلوم ہوا....؟"

"نہیں.... نہیں.... میں محبت تو نہیں کرتی.... اس کی شدتیں دیکھ کر میرا دل... میرا نرم دل مجھے ملامت کرتا رہتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کوئی اور بھی تو ہو گا جو اتنی استقامت سے میرے کٹھورپن کا مقابلہ کرتا رہا ہے۔ واقعی میں اپنی نرم دلی سے مجبور ہوں مجھے محبت تو نہیں.... مجھے نزلہ.... زکام....

فلو.... ہو سکتا ہے۔ مگر محبت ناممکن.... قطعی نہیں.... میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا ہے کہ میں نے ایک حساس شخص کا دل دکھایا ہے میں ہمیشہ خود احتسابی کے عمل میں مصروف رہی ہوں۔ میرا موجودہ طرز عمل انصاف پر مبنی ہے۔"

وہ محبت سے منکر لڑکی طفل تسلیوں میں خود کو بہلاتی رہی آنے والا نہ آیا۔

آسیہ سے چھوٹی نازیہ اسی کے کالج میں لیکچرار تھی۔ دونوں ساتھ جاتی تھیں آج کل میں نازیہ کی شادی بھی ہونے والی تھی۔ صرف ہارون کے انتظار میں اس کی شادی اتنی لیٹ ہو گئی تھی.... مگر اب اس کا انتظار' تمام تھا۔

کالج جاتے ہوئے نادیہ نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بتایا۔

"ہارون بھائی کا رات فون آیا تھا۔ انہوں نے شادی کر لی ہے۔ بہت وہ ہیں ہم سب سے باتیں کرتے رہے وہ آسیہ باجی نے شادی کا ذکر چھیڑ دیا تو بولے میں نے کر لی ہے ایک ہم وطن لڑکی سے' بہت وہ ہیں' ہارون بھائی' لو بھلا ہمیں بتا دیتے ہم کتنی چاہ سے بیاہ کراتے' ہمیں کتنا ارمان تھا ان کی شادی کا۔"

نہ جانے نادیہ کیا کیا کہتی رہی۔ اس کی آنکھیں بے نور اور کان پٹ ہو رہے تھے بے حس و حرکت بیٹھی رہ گئی۔

"ہم نے پوچھا کب آ رہے ہیں.... بولے کبھی بھی نہیں۔"

نادیہ نے ونڈ اسکرین پر نظریں گاڑ کر مزید اطلاع بہم پہنچائی۔

"ہونہہ....! آئے گا بھی کس منہ سے۔"

اسے گئے سات برس ہونے کو آئے تھے۔ اس کے ساتھ برس اس کے سات قرن خواہ مخواہ اپنا آپ ملیامیٹ کرتی رہی۔ یہ ہوتی ہے مرد کی محبت' یہ ہوتا ہے اس کا عشق

اندیشے تو میرے مرد کے متعلق روز اول سے ٹھیک تھے حقیقت سے فرار تو میں نے خود چاہا تھا۔

"ہرجائی ایکٹر کہیں کا" گھر آ کر وہ رات بھر کس قدر روئی تھی۔ بے حد و حساب اس کا شادی سے انکار جاری رہا گھر والوں نے سزا کے طور پر اس سے بات چیت تک بند کر دی۔ اس پر کوئی اثر نہ

ہوا' برہمی کی ہر بوند گری اور پھسل گئی اور اب آسیہ نادیہ 'سعدیہ مامون نازو' سرفراز سب شادی شدہ تھے اپنی اپنی دنیا میں گم' جگنو بیس برس کا خوبصورت جوان تھا' اس سے چھوٹی لبنیٰ اور عظمیٰ بھی جوانی کی جانب قدم بڑھا رہی تھیں۔ اس کے ہاتھوں کا گداز ختم ہو چلا تھا۔ چہرہ وقت کی سرد مہری کا آئینہ بن گیا تھا۔"

سوچوں کا انداز بدل گیا تھا۔

چال میں بلا کا اعتماد آ گیا تھا۔

آخر کو وہ سرخرو تھی.... سترہ برس گزرنے پر بھی.... اس نے کوئی دعوے نہ کیا تھا.... مگر کیسی استقامت دکھائی اور جو جھولیاں بھر بھر جھوٹی محبتوں کے اعتراف کرتا تھا کیسا گر گیا تھا.... اپنے ہی بولوں کے آگے شرمندہ تھا.... ہار گیا تھا.... تھک گیا تھا.... ٹوٹ گیا تھا.... وہ اپنے تدریسی پیشے میں گم تھی.... یہ سوچ کر.... کبھی تو آؤ گے....

میں تو کچھ بھی نہ بولوں گی.... مگر مجھے دیکھ کر خود اپنی نظروں میں اس قدر کرو گے کہ منہ چھپانے کو ٹھکانہ نہ مل سکے گا.... نہ ہی مرنے کو جگہ۔

میں نے اپنی عمر کا قیمتی حصہ گنوایا ہے۔

جیسے کندن کو کوئلوں کی دلالی میں دفن کیا ہو۔

ایک عورت جو اپنے شوہر کی محبتوں میں وقت گزارتی ہے۔ اس کی چاہتوں گرم جوشیوں سے آسودہ ہوتی ہے.... اپنے دکھ تکلیف بتاتی ہے.... وہ بھی بڑھاپے کو دہلیز پر کھڑا دیکھ کر کبھی کبھی افسردگی سے سوچتی ضرور ہے۔ کہ کبھی وہ کیا تھی اس وقت کے لطف کیا تھے اور ایک میں.... ازل سے آج تک تہی دامن...."۔

تنہائی کے بھڑکتے الاؤ میں جلی
کسی کے انتظار میں قطرہ قطرہ شمع کی طرح پگھلی۔
کیا میرے سینے میں جذبات نہ تھے....؟
تم نے مجھے برباد کیا ہے.... مجھے پامال کیا ہے۔

مجھے ضائع کیا ہے.... مجھے قتل کیا ہے۔

تم نے مجھے کیوں احساس دلایا کہ تمہاری شدتیں حقیقی ہیں' جب کہ ایسا نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے.... میری غلطی.... میری خطا سہی کہ میں اپنے منہ سے کچھ کیوں نہ پھوٹی.... مگر اے محبتوں کے پیامبر.... اے شدتوں کے دعویدار.... سچے لوگ تو پر امید ہوتے ہیں۔ ایک بار تو آ کر جھانک لیتے.... مگر تم سچے کب تھے؟ اگر تم غصہ کی اداکاری نہ کرتے تو سجیلہ تم پر کیوں اپنا آپ مٹاتی۔"

کس قدر وقت گزر گیا تھا۔ اس نے سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کو دیکھا جو برش مارنے سے چیخ گیا تھا.... اس نے پشیمان سی نظریں آئینے پر دوڑائیں.... جیسے عموماً" لوگ غصے کا بھوت اترنے پر پشیمان ہوتے ہیں.... پھر کپڑے اٹھا کر باتھ روم میں گھس گئی.... شاور کے نیچے بھیگتے ہوئے اس نے سوچا.... "اے پائے کے اداکار اب مجھ سے اداکاری نہ کرنا میں دیکھوں گی بیوی کے ساتھ کیسے ہو' پھر میں تمہاری ڈپلومیسی کو واقعی سراہوں گی۔ دو عورتوں کو اپنی محبتوں کا یقین دلانا والے ایکٹر.... آج تم اپنی زندگی کا شاہکار ڈرامہ کھیلنا فراز بھی مامون وغیرہ کے ساتھ ایئرپورٹ گیا ہوا تھا وہ باتھ روم سے باہر آئی تو برابر والے گھر کے باہر شور ہو رہا تھا اچھا خاصا.... خوشیوں سے بھرپور قہقہوں کا شور گویا وہ آ گیا تھا.... اس کے پر اعتماد قدم کانپ گئے۔

وہ کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی.... سب لوگ شائد اندر جا چکے تھے۔

"مم.... میں.... نہیں جاؤں گی.... میں کیوں جاؤں کیا رشتہ داری ہے؟ اب تو یہیں رہے گا.... کبھی بھی مل لیں گے۔ ملتے رہیں گے.... آخر سترہ برس بھی تو گزرے ہیں۔' سترہ برس کم نہیں ہوتے۔ لمحہ تو وہی صدیوں پر بھاری گزرتا ہے جو ملن کی تڑپ میں گزرتا ہے.... نایاب.... نارسا.... لمحہ....!"

......*

اسے آئے ہوئے دو دن ہو گئے تھے۔ نادیہ نے تو شادی کے بعد ہی ملازمت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

اب تو وہ تنہا ہی تھی۔ دو دن سے کالج بھی نہیں گئی تھی۔

رات کے نو بج رہے تھے جب فراز کی دلہن ہما نے کمرے میں قدم رکھا۔

"ہارون بھائی آئے ہیں آپ کو یاد کر رہے ہیں۔"

"وہ ساکت سی بیٹھی رہ گئی' اپنی خود اعتمادی کھو بیٹھی۔"

"فراز نہیں ہے؟۔"

"وہ وہیں ہیں'.... ہارون بھائی تو کافی دیر سے آئے ہوئے ہیں امی کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔" (امی آنکھ کے آپریشن سے فارغ ہو کر آج ہی گھر آئی تھیں)۔"

"اچھا تم چلو میں آ رہی ہوں۔"

"وہ میز پر سے سنہری فریم کی عینک اٹھا کر لگاتی ہوئی بولی اور شانوں پر دوپٹہ برابر کرتی اس کے پیچھے ہی چلی آئی۔"

ڈارک براؤن تھری پیس سوٹ میچنگ ٹائی مع دکتی ٹائی پن' چم چم کرتے جوتے کنپٹیوں پر بسیرا کئے ہوئے سفید بال **سجیلہ** نے دروازے پر اس کا جائزہ لے لیا خاموشی سے اندر کی گرتی پڑتی **سجیلہ** کو سہارا دیئے وہ اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم۔" اس نے مخصوص دھیمی آواز میں مہمان کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام...." وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا

"تشریف رکھیئے۔" اس نے پروقار انداز میں ہارون کو بیٹھنے کے لئے کہا۔

"چند بے ثبات لمحے خاموش گزر گئے۔"

"کیا حال ہے آپ کا.... کیا کر رہی ہیں؟۔"

"حال تو پرامن ہے' مقامی کالج میں کیمسٹری پڑھاتی ہوں'۔" وہ خوش خلقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"اور آپ....؟۔" وہ.... آپ اپنی بیگم بچوں کو نہیں لائے؟"

"آپا.... ہارون بھائی نے شادی نہیں کی انہوں نے شادی سے بچنے کے لئے تو یہ جھوٹ بولا تھا ایئرپورٹ پر سب نے سب سے پہلے یہی سوال کیا تھا ...." فراز ہنسا تو اس ہنسی میں ہارون کی

مسکراہٹ بھی شامل ہو گئی۔

"شادی نہیں کی.... وہ.... گم صم سی رہ گئی۔"

"ہارون بھائی.... یہ جو آپا ہیں ناں یہ بھی آپ کی طرح تجرد کی زندگی گزار رہی ہیں اب چونکنے کی باری ہارون کی تھی۔"

وہ اپنی جگہ چور سی بن گئی تھی۔

"اچھا' آپ بتائیں آپ نے جھوٹ کیوں بولا تھا کیوں بولا تھا؟۔" فراز نے سوال کیا۔

گھر سے ہر ہفتے کوئی تصویر پہنچ جاتی تھی۔ امی کی ایک رٹ تھی کہ لڑکی پسند کر لو بس یہ سلسلہ روکنے کے لئے جھوٹ بولنا پڑا۔

"آپ نے یہ سلسلہ روکا کیوں؟۔" فراز نے خوش دلی سے استفسار کیا۔

"اس لئے کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ آخر کیوں....؟۔"

"ہارون کی نظر اس کی سمت اٹھی.... ماضی کی دلفریب عمارت کا کھنڈر ابھی غیر واضح نہ ہوا تھا۔"

"چھوڑو یار.... ان باتوں کو.... اپنی سناؤ کیسی گزر رہی ہے.... انہوں نے بات کا رخ موڑ دیا.... اور اس نے رکا ہوا سانس خارج کر دیا۔"

"بالکل خوش و خرم.... خدا کا شکر ہے۔" فراز نے اظہار تشکر کیا۔

"میں ابھی آئی چائے کے لئے کہہ آؤں"

"آپا! آپ بیٹھیں میں ہما سے کہہ دیتا ہوں۔" وہ احتراماً" بولا

آپ فراز کی دلہن سے ملے؟"

"جی ہاں۔"

"پسند آئیں۔"

"بہت۔"

"چند نوحہ کناں لمحے اور سرکے۔"

"سجیلہ! آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟۔"

"ایسے ہی۔"

"ایسے ہی تو کوئی جواز نہیں.... مگر میں ایک نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ آپ کو دراصل مردوں سے الرجی ہے۔"

"ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں.... اچھا یہ بتایئے آپ نے کیوں نہیں کی؟۔"

لمحوں کی خاموشی.... صحرا کے سناٹوں پر بھاری ایک نہایت شکست خوردہ آواز ابھری

"سجیلہ.... عباس.... میں نہیں جانتا کہ ہماری عمریں پرانی باتوں کو دہرانے کی اجازت دیتی ہیں یا نہیں اب تو وقت نے بھی مجھے معتبر کر دیا ہے.... آج آپ نے ہمیشہ سے زیادہ مجھے دکھ دیا ہے۔ میں اس وقت صرف آپ کی خاطر یہاں حاضر ہوا تھا مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے شادی نہیں کی.... مجھے تھوڑی خوش فہمی ہوئی مگر آپ کا موجودہ رویہ.... ہمیشہ کی طرح تکلیف دہ ہے.... آپ کی سنگدلی آج بھی عروج پر ہے۔"

آج انداز میں شوخی لہجے میں کھنک نہیں تھی مگر باتیں وہی تھیں ایسا لگا کہ وہ کہیں بھی نہیں گیا تھا۔ وہ اس کی باتیں اور اسے نظر انداز کرتی ماموں کے گھر گھس گئی تھی جب واپس ہوئی تو وہ وہیں کھڑا تھا۔ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کے ساتھ۔

"آپ نے کیوں عمر ضائع کی....؟۔" اتنی دیر میں وہ اپنی ناتواں انا کو سہارا دیکر کھڑا کر چکی تھی۔ پھر ایک پتھریلی سی بات کہہ دی۔ جو سیدھی اس محروم شخص کے کلیجے میں لگی۔

"جو لمحہ.... کسی یاد میں گزر جائے ضائع نہیں ہوتا....۔" وہ تو اس کے سامنے ہمیشہ سے کھلی کتاب رہا تھا۔ آج بھی اس کے صفحے جلی حروف سے معمور تھے۔ وہ تو ہمیشہ سے اس کے سامنے کھلا ہوا تھا جب ہی دل کی باتیں بڑے آرام سے کہہ رہا تھا۔

"عمر تو آپ نے ضائع کی ہے.... سجیلہ عباس.... بے سبب بلاوجہ۔"

"عمر تو میں نے بھی.... دراصل مجھے احساس نہیں کہ میں نے عمر ضائع کی ہے۔"

میں ایسی ہی زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ میں بہت خوش ہوں...." پھر جھوٹ سفید جھوٹ.... اس کا

من دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

"یہ بڑی ناشکمن و ناقابل یقین بات ہے کہ بلاوجہ .... بڑا جرات مندانہ اقدام ہے.... ویسے....۔"

"معاف کیجئے کون تھا وہ خوش نصیب؟ جس کی وجہ سے میری ذات آپ کی نگاہ میں بے وقعت رہی۔ اور جس نے آپ کو اتنی جراتوں سے نوازا۔"

"کیسی چوٹ....؟ کیسا ناکا ہوا نشانہ.... شک کی گالی یہ رسوائی بھی میرے مقدر میں باقی رہ گئی تھی۔.... یہ وہ مقام ہوتا ہے جب مرد اپنی تمام خوبیوں سمیت برا لگتا ہے.... شک کی گالی دیتے ہوئے۔"

"میرے مہربان.... وہ خوش نصیب میرا مقدر ہے' میری مغرور انا ہے۔ جس نے پہلے تمہیں دھتکار دیا تھا اور دوبارہ جھکنے کا ظرف اس کے پاس نہیں تھا میرے خوش نصیب مقدر کی وجہ سے ہی میں تہی دست ہوں کہ قسمت سے میری بہن نے روایتوں و قدروں کا ایک مدفن بنایا تھا۔ جب تم نے مجھے بلایا اس وقت اس مدفن کی مٹی گیلی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ گزرگاہ یہی ہے کہیں اس مدفن پر میرے قدموں کے گہرے نشان نہ بن جائیں۔"

میری زندگی میری روح.... واپس لو اپنی یہ گالی.... میں تو آج بھی بڑی معزز ہوں.... یہ تم نے کیا کہہ دیا جیسے بھرے بازار میں آنچل کھینچ لیا ہو۔

تم اب بھی نہیں سمجھے.... تم کبھی بھی نہیں سمجھے.... تم آج بھی نہیں سمجھے.... دراصل" وہ کھنکار کر بولی۔

"میرا دل بہت کمزور رہا ہے بچپن سے ڈاکٹروں کے مطابق میں ازدواجی ذمہ داریاں اٹھانے کی اہل نہیں۔"

"دل کی بیماری کے تو سینکڑوں علاج ہیں ویسے کبھی اس قسم کا تذکرہ نہیں ہوا۔" وہ حیران سے تھے۔

اپنی اولاد کے عیب تو سب چھپاتے ہیں' خاص طور پر بیٹیوں کے۔"

"خیر علاج تو اب بھی ہو سکتا ہے اب آپ لاپرواہی نہ کریں۔" (اگر آج تم میرے ہمراہ ہوتیں تو؟)

"ہاں ہارون اب جب کہ اس وقت بھی میں تمہارے سامنے بڑے عزت دار.... ناک والی بنی بیٹھی ہوں.... اور اب کچھ فائدہ بھی نہیں کچھ کہنے کا.... سو خموشی بہتر ہے.... یہ جھوٹ.... من گھڑت بیماریاں بہتر ہیں۔ اگر تم سترہ برسوں میں ایک مرتبہ بھی آواز دے لیتے تو ہم یہاں نہ ہوتے جاؤ.... ہارون میرا کشٹ ضائع نہ کرو.... اب چادر کو داغ نہ لگاؤ.... یہ ہونٹ جو سرگوشیوں کے عادی بھی نہیں انہیں کیسے بگل بنادوں.... کچھ تو میرے پاس رہے.... سکھ کی دولت نہ سہی.... وقار کی دولت ہی سی.... انا کی کمزور لاٹھی ہی سہی۔"

جاؤ ہارون.... اپنی دنیا میں گم ہو جاؤ.... نامرادی کا احساس کہیں میرا دشمن نہ بن جائے.... کل کی پایاب چیزیں آج بالکل نایاب ہیں

ایک جی دار مرد جو دیر سے پردے کے پیچھے کھڑا تھا بن کے اکیلے پر کڑھ کر رہ گیا تھا۔ جو ایک مرد نہ سمجھ سکا تھا۔ وہ دوسرا مرد سمجھ گیا تھا۔